قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 01 مئی 2021ء | 18 رمضان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:104

ارشادِ باری تعالیٰ

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔
(سورۃ البقرۃ: 188)

ترجمہ: اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک رمضان میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کے اعتکاف کرنے کا سنا تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔حضرت زینبؓ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اگلی صبح دیکھا تو چار خیمے لگے ہوئے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس پر آپ کو امہات المومنین کا حال بتایا گیا (کہ ہر ایک نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خیمہ لگا لیا ہے، اس لحاظ سے کہ آنحضرت ﷺ کا قرب حاصل ہو جائے گا) اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے۔ کیا نیکی نے؟ ان خیموں کو اٹھا لو میں ان کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ خیمے اکھاڑ دیئے گئے، پھر آنحضور ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا۔ اپنا خیمہ بھی اٹھا لیا۔ البتہ (اس سال) آپ نے (روایت کے مطابق) آخری عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔“

(بخاری کتاب الاعتکاف۔ باب اعتکاف فی شوال)

یہ دیکھا دیکھی والی نیکیاں بدعات بن جاتی ہیں۔ آپؐ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ بدعات پھیلیں۔ نیکیوں کی خواہش تو دل سے پھوٹنی چاہئے۔ اس کا اظہار اس طرح ہو کہ لگے کہ نیکی کی خواہش دل سے نکل رہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ لگ رہا ہو دیکھا دیکھی سب کام ہو رہے ہیں۔ امہات المومنین بھی یقیناً نیکی کی وجہ سے ہی اعتکاف بیٹھی ہوں گی کہ آنحضرت ﷺ کے قرب میں ان برکات سے ہم بھی حصہ لے لیں جو ان دنوں میں ہوتی ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یہ برداشت نہ تھا کہ کسی نیکی سے دکھاوے کا ذرا سا بھی اظہار ہوتا ہو، ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے سب کے خیمے اکھڑوا دیئے۔

پھر آپؐ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کے لئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ”آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپؐ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قراءت بالجہر نہ کرو۔“ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67۔ مطبوعہ بیروت)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 22 اکتوبر 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- پنج ارکانِ اسلام (منظوم)
- حصول علم اور اُس کی ترغیب
- تعارف کتب
- یادِ رفتگاں

فرمانِ رسول ﷺ

اعتکاف سے متعلق چند روایات

حضرت عائشہؓ سے مروی کہ ”رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لئے آتے۔“

(ابوداؤد کتاب الصیام۔باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لئے جاتے اور آپ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپ قیام کئے بغیر اس کا حال پوچھتے۔“

(ابوداؤد۔کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

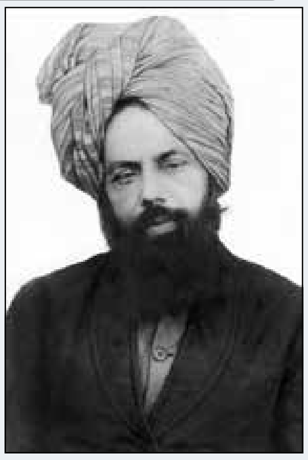

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے تھے، خواجہ کمال دین صاحب اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب ان دنوں میں اعتکاف بیٹھے تھے تو آپؑ نے ان کو فرمایا:

”اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ۔ (مسجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔ اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 587,588۔ الحکم 2 جنوری 1903ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ معتکف اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا:

”سخت ضرورت کے وقت کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔“

(بدر 21 فروری 1907ء)

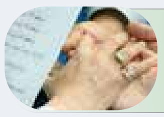

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اطاعت کے کسی درجہ سے بھی محروم نہ ہو۔ اطاعت کے مختلف درجے ہیں یا مختلف صورتیں ہیں جن پر ہمیں نظر رکھنی چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بُزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے‘‘۔ (رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پس یہ ہے ایمان کا معیار جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ یہ معیار ہم اپنے اندر پیدا کرنے والے ہوں۔ یہاں اطاعت کا بھی ذکر آیا تھا، اس وقت مَیں اطاعت کے حوالے سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اطاعت کے کسی درجہ سے بھی محروم نہ ہو۔ اطاعت کے مختلف درجے ہیں یا مختلف صورتیں ہیں جن پر ہمیں نظر رکھنی چاہئے۔ اطاعت کے مختلف معیار ہیں۔ نظامِ جماعت کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا بھی اطاعت ہے۔ اسی طرح اور بہت ساری چیزیں انسان سوچتا ہے اور ایک نظام میں سموئے جانے کے لئے اور نظام پر پوری طرح عمل کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بننے کے لئے ایک اطاعت ہی ہے جس کی طرف نظر رہے تو اس کے قدم آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔مثلاً اطاعت کا معیار ہے۔ اس کی ایک معراج جو ہے وہ ہمیں جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول میں نظر آتی ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تار آئی کہ فوری آ جاؤ تو آپ اپنے مطب میں (اپنے کلینک میں) بیٹھے تھے۔ وہیں سے جلدی سے روانہ ہو گئے۔ یہ بلاوا اُسی شہر سے نہیں آ رہا تھا کہ اُسی طرح اُٹھ کے چلے گئے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام دہلی میں تھے اور حضرت خلیفہ اولؓ قادیان میں۔ گھر والوں کو پیغام بھیج دیا کہ مَیں جا رہا ہوں۔ کوئی زادِ راہ، کوئی خرچ، کوئی کپڑے، کوئی سامان وغیرہ کی پیکنگ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ سیدھے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ گاڑی کچھ لیٹ تھی تو ایک واقف شخص ملا۔ امیر آدمی تھا۔ اُس نے اپنے مریض کو دکھانا چاہا اور درخواست کی۔ گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے آپ نے مریض کو دیکھ لیا۔ اور اس مریض کو دیکھنے کی آپ کو جو فیس ملی، وہی آپ کا سفر کا خرچ بن گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتظام فرما دیا اور اپنے آقا کے حضور حاضر ہو گئے۔ اور جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس طرح نہیں فرمایا تھا کہ فوری آ جائیں۔ تار لکھنے والے نے تار میں لکھ دیا تھا کہ فوری پہنچیں۔ لیکن کوئی شکوہ نہیں کہ اس طرح مَیں آیا، کیوں مجھے تنگ کیا بلکہ بڑی خوشی سے وہاں بیٹھے رہے۔ (ماخوذ از حیات نور صفحہ نمبر 285)

تو یہ اطاعت کا اعلیٰ درجے کا معیار ہے کہ ہر سوچ اور فکر، حکم کے آگے بے حیثیت ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا بھی یہ سلوک ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ساتھ ساتھ انتظامات بھی فرما دیئے۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتا ہے۔ پس یہ ہمارے لئے بھی اسوہ ہے۔

پھر نظامِ جماعت ہے۔ اس میں چھوٹے سے چھوٹے عہدیدار سے لے کر خلیفۂ وقت تک کی اطاعت ہے۔ اور اصل میں تو یہ تسلسل ہے اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

بقیہ صفحہ 4 پر

پنج ارکانِ اسلام

اَلَستُ اور بَلٰی کے دن ہوا تھا عہد جو باہم
نہ ہو اِعلان گر اُس کا تو ایماں نامکمل ہے
توجہ ہو، تَضَرُّع ہو، تَذَلُّل ہو، تَبَتُّل ہو
نمازِ عشق اِن اَرکان سے ہوتی مکمل ہے
زکوٰۃِ مال سے گر تزکیہ حاصِل نہ ہو دل کا
تو گویا دے کے سونے کو لیا بدلے میں پیتل ہے
نہ دیں وہ داد روزے کی اگر ’’اَلصَّوۡمُ لِی‘‘ کہہ کر
تو اِنعامِ ’’اَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ‘‘ اُمیدِ مُہمَل ہے
نہ جانا صرف ظاہِر پر اَدائے حج میں اے مُسلم!
کہ رازِ عشق ہر ہر رُکن میں اس کے مُقَفَّل ہے
کبھی پھرتے ہیں کوچے میں کبھی چاروں طرف گھر کے
صفامروہ پہ چین اُن کو نہ کعبے میں اُنہیں کَل ہے
یہاں کیا کام دیوانوں کا ۔بستی سے نکل جائیں
جو ہیں بیتاب مرنے کو ٹھکانا اُن کا جنگل1؎ ہے
کفن اِحرام اور لَبَّیک نعرہ ہے شہادت کا
حَرَم لیلیٰ کا محمِل ہے، مِنیٰ عاشق کا مقتَل ہے
مبارکباد اے طالِب! کہ ظُلمت گاہِ عالَم میں
حبیبِؐ یار رہبر ہے، کلامِ یار مَشعَل ہے
مَشو مَغمُوم ازفکرِ صفائے باطِنِ اے زاہد!
کہ جتنے زنگ مخفی ہیں محبت سب کی صَیقل ہے

1؎ میدانِ عرفات

بخار دل صفحہ 187۔188

آج کی دعا

’’اے اللہ !ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ اور ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہری اور باطنی فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہمارے دلوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے۔ اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ ہم پر اپنی نعمتیں مکمل فرما‘‘۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشہد)

یہ سید ومولیٰ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شیطان کے حملوں سے بچنے کی جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب دعائیں کر رہے ہوں شیطان سے بچنے کے لئے جو کہ روز ہر احمدی کو ضرور کرنی چاہئیں تو آنحضرت ﷺ کی اس دعا کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ حدیث میں آتا ہے، حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کچھ دعائیہ کلمات سکھائے اور دعائیہ کلمات سکھانے میں آپؐ کا انداز وہ نہ ہوتا تھا جو تشہد سکھاتے وقت ہوتا تھا۔ وہ کلمات یہ ہیں کہ (مندرجہ بالا دعا)

(خطبات مسرور جلد ۱ صفحہ ۵۴۰)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

حصول علم اور اُس کی ترغیب

اسلام نے تحصیل علم کی طرف نہ صرف مسلمانوں کو بار بار تاکید کی ہے بلکہ اس کے گُر اور طریق بھی جا بجا بیان فرمائے ہیں بلکہ قرآن کریم نے علم کی بڑھوتی کے لئے رَبِّ زِدْنِی عِلماً کی دُعا بھی سکھلائی ہے جس کے معنی ہیں: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کرتا رہ۔

آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل دو الہامی دعائیں بھی سکھلائی ہیں۔

1۔ رَبِّ اَرِنی حَقَائق الاَشْیاءِ (تذکرہ) کہ اے میرے رب! مجھے تمام قسم کے اشیاء کے حقائق عطا فرما۔

2۔ رَبِّ اَرِنی اَنْوَارَكَ الْكُلِّيَّةَ (تذکرہ) کہ اے میرے رب! مجھے اپنے تمام انوار سکھلادے۔

علم اور اُس کے حصول کی ترغیب کو اگر آنحضور ﷺ کی احادیث اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اعمال اور سیرت کی روشنی میں دیکھیں تو وہ ایک بہت دلچسپ، ایمان افروز اور قابل تقلید نمونہ کی دعوت ہم سب کو دیتا ہوا دکھلائی دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا سب گھر بار چھوڑ کر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے در مبارک پر دھونی رما بیٹھے تھے۔ اور آستانہ رسولؐ کے باہر بیٹھے رہتے اس خیال سے کہ آنحضور ﷺ کے زبان مبارک سے کوئی فرمان اور حدیث بیان ہو اور وہ سننے سے نہ رہ جائیں۔ جہاں آنحضور ﷺ جاتے آپ ان کے پیچھے ہو لیتے اور حضورؐ کے سنے ہوئے فرمان کو آگے صحابہ تک فوری پہنچاتے تا ہر شخص جس نے اپنے رسول ﷺ سے ایک روحانی تعلق قائم کیا ہے وہ سنت رسول ﷺ کا تابع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت تھوڑا عرصہ آنحضور ﷺ کی معیت میں گزارا جو کچھ سال کا تھا۔ مگر سب سے زیادہ روایتیں آپ سے ہی مروی ہیں۔ اور یوں آپؓ اپنے آقا و مولیٰ حضرت رسول مقبول ﷺ کے اس فرماں پر اوّلین عمل کرنے والوں اور دُعاؤں کے مستحق ٹھہرے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ اور خوشحال رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سُنی اور آگے اسی طرح اُسے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی گئی ہے سُننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے، سمجھ سے کام لینے والے ہوتے ہیں۔ (ترمذی کتاب العلم)

آنحضور ﷺ کے دور میں جب مدینہ آبادی کی وجہ سے پھیلنے لگا اور بعض صحابہؓ نے مدینہ کے گردونواح میں زمینیں خرید کر آباد کاری کی تو ان سب کا مسجد نبوی میں نماز پر آنا مشکل ہوا تو ان فدائی صحابہؓ نے ہر نماز پر اپنے نمائندوں کو مسجد میں آنحضور ﷺ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے اور فرمان رسولؐ سننے کے لئے مقرر فرمایا تھا تا وہ واپس آکر آنحضور ﷺ کے تازہ بتازہ فرمانوں کو سُن کر عمل کر سکیں۔

آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد جب مسلمان اور صحابہؓ دنیا بھر میں پھیلنے لگے تو وہ اپنے کانوں سے سماعت کی گئی احادیث کو بھی ساتھ لے گئے۔ اسلام کے چاروں اماموں اور فقہاء نے اصل روٹ تک پہنچنے اور جاننے کے لئے سینکڑوں میل کا سفر اونٹوں اور گھوڑوں پر کیا۔ اور احادیث کو ہمارے لئے جمع فرمایا جو ایک حقیقی علمی اور روحانی خزانہ ہے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرہ۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے (ابن ماجہ ثواب معلم الناس الخیر) ویسے بھی اپنے علم کو جو انسان اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور لوگ اس پر عمل کریں صدقہ جاریہ قرار دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ ثواب معلم الناس)

ہمارے رسولِ مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا ریاض الجنّۃ (جنت کے باغوں) سے گزر ہو تو وہاں خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ریاض الجنّۃ سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجالس علمی، جن سے بھرپور استفادہ کیا کرو۔

آج کے دور میں جماعت احمدیہ میں علمی مجالس کا احاطہ کیا جائے تو mta کے ذریعہ خلیفہ وقت کے خطبات جمعہ سے علمی و روحانی فیوض و برکات سے حصّہ لینا ہے اور یہ دربار ہر ہفتہ ہم اہل ایمان کے لئے دنیا بھر میں سجایا جاتا ہے۔ پھر covid 19 کی وجہ سے جو ورچوئل ملاقاتیں خواتین و احباب اور عہدیداران کی حضور اقدس سے ہوتی ہیں وہ ایم ٹی اے ہم تک پہنچاتا ہے اور ہم ان سے محظوظ ہوتے اور پھر ان ارشادات پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ابھی چند روز قبل ایک بچی نے رمضان المبارک کی مناسبت سے یہ سوال کیا کہ حضور! افطاری و سحری میں کیا تناول فرماتے ہیں؟ تو حضور نے فرمایا کہ جو میں صبح ناشتہ میں روز کھاتا ہوں وہ میں سحری میں کھا لیتا ہوں اور جو میں شام کو کھانا کھاتا ہوں وہ افطاری کے وقت کھا لیتا ہوں ہاں سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے ایک کھجور سے روزہ کھول لیتا ہوں۔ میں دیگر لوازمات جو لوگ عموماً رمضان میں کرتے ہیں ان سے میں پرہیز کرتا ہوں۔ جس سے انسان سست بھی ہوتا اور عبادت میں بھی خلل آتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو حصول علم کے لئے ایم ٹی اے جیسی عظیم نعمت سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

پھر آج کل جماعتوں میں Zoom پر میٹنگز اور اجتماعات ہو رہے ہیں وہ بھی ایک قسم کی علمی مجالس ہیں ان سے بھی بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقع پر دینی علوم کی تحصیل، انسان صادق کی صحبت کو بھی قرار دیا ہے۔ (ملفوظات جلد 7 ص 401)

پھر ایک موقع پر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اور ایک اور روایت مُسْلِمَةٌ کے الفاظ کے اضافہ کے ساتھ بھی آتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ (ابن ماجہ باب فضل العلماء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام علوم دینیہ کے حصول کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

”مانا کہ طلب علم ہر مرد و عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٌ سے ظاہر ہے مگر اول علوم دینیہ کا حصول فرض ہے جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب ان مروّجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی ہرج نہیں“۔ (ملفوظات جلد 10 ص 393،394 مطبوعہ لندن)

ایک اور حدیث ہے جسے علماء و محدثین ضعیف سمجھتے ہیں مگر یہ حدیث معروف و مشہور ہے جس سے علم کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے کہ اُطْلِبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّين کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین تک جانے کے لئے مشکل ترین راستوں میں سے گزرنا پڑے۔ سرکارِ دوعالم کے دَور میں بھی چین اپنی مختلف حدود کے ساتھ نہ صرف موجود تھا بلکہ اس وقت بھی علم کی آماجگاہ تھا۔ اس روایت میں حصول علم کی ترغیب اور اس کی افادیت بتلانی مقصود ہے۔ کیونکہ عرب سے چین جانا ایک جان جوکھوں کا کام تھا۔ راستے میں طویل و عریض صحرا کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ جو سخت دشوار ترین ہوتا تھا۔ پھر تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوئی عمر کی بندش بھی نہیں۔ فرمایا کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کرو۔ اس کے لئے سب سے عظیم، بڑی اور بابرکت درس گاہ تو قرآن کریم ہے۔ جس سے ہم تمام بڑوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں، بچیوں کو یکساں طور پر بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ہماری جماعت میں مختلف تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔ ان میں سے جو بھی میسر ہو اسے روزانہ کی بنیاد پر زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے۔ یہ بھی علمی مجالس ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے یہ علمی اور روحانی فیوض ہمیں نیٹ کے ذریعہ بھی میسر کروا رکھے ہیں۔ انہیں down load کر کے استفادہ کرنا چاہیئے۔ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر مکرم عبد السلام نے ایٹم کو پھاڑنے اور باریک ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا نسخہ قرآن کریم سے ہی ایجاد فرمایا۔ آج کل مادیت کے دور میں ہم میں سے بعض دنیوی علوم کو دینی علوم پر زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جبکہ دنیوی تعلیم کو اس وقت زیادہ چمک مل جاتی ہے جب وہ دینی تعلیم کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی حتّٰی کہ آنحضور ﷺ کی معیت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

ایک دفعہ آنحضور ﷺ کے دربار میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ جن میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک معمولی آدمی پر۔ پھر فرمایا کہ اللہ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین پر رہنے والے حتّٰی کہ بِل میں چونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں بھی اس شخص کے لئے دعائیں کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔ (ترمذی کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29) کہ بندوں میں سے علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں دو قسم کے لوگوں کے حلقے دیکھے۔ ایک تلاوت اور دعاؤں میں مصروف تھے۔ دوسرے پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ دونوں نیک کام کر رہے ہیں اور یہ فرماتے ہوئے آپ پڑھانے والوں میں جا بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم اور استاد بنایا ہے۔ (ابن ماجہ باب فضل العلماء)

پھر ایک موقعہ پر فرمایا کہ یاد رکھو علم کے بغیر عبادت میں کوئی بھلائی نہیں اور سمجھ کے بغیر علم کا دعویٰ درست نہیں اور تدبر و غور و فکر کے بغیر محض قرآت کا کچھ فائدہ نہیں (سنن الدارمی)

جماعت احمدیہ کے پاس تو مسیح دوران حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی کتب اور فرمودات (ملفوظات) اور خلفائے جماعت کی کتب اور خطبات و خطابات کا ایک عظیم نادر خزانہ موجود ہے۔ جو قرآن کریم اور احادیث کی لاجواب تشریح و تفسیر پر مشتمل ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات اور ارشادات جو 10 جلدوں میں ملفوظات کے نام سے طبع شدہ ہیں ان کا احاطہ کریں اور بغور مطالعہ کریں تو اس سے جہاں علم میں اضافہ ہوتا ہے وہاں ایمان وایقان اور تقویٰ و طہارت میں بھی اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم تو خدائی اور الہامی تھا ۔ اللہ تعالیٰ رہنمائی بھی کرتا رہا۔لیکن وسعت مطالعہ کی داد دینے کو برابر اور مسلسل دل کرتا رہتا ہے ۔جس وقت آپ حافظ شیرازی، مثنوی رومی، شیخ سعدی کے فارسی اشعار و مقولے بر وقت اور بر محل استعمال فرماتے ہیں۔ تذکرہ اولیاء کے واقعات، مختلف مثالیں دے دے کر جب بات کو سمجھاتے ہیں تو آپؑ کے حق میں دعائیں نکلتی ہیں جس نے جماعت کو روحانی علم سے مالا مال کیا ہے۔

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی اک طرح کا حج ہی ہے ۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ (ملفوظات جلد 4 چہارم ص 258) پس ہمیں روزانہ ان کتب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور چند صفحات مطالعہ کر کے اور اس علم کو آگے پہنچا کر اس مقام تک رسائی کی کوشش کرنی چاہیئے جہاں ہمیں اوپر بیان فرمودہ احادیث کی روشنی میں آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت نصیب ہو۔

اور آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ دُعا حرز جان بنانی چاہیئے ۔ اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفعُ۔(مسلم کتاب الذکر و الدعاء)

کہ اے اللہ ! میں اس علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے فائدہ نہ دے ۔آمین

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 49 مسند ابی ھریرۃ حدیث نمبر 7330 عالم الکتب بیروت 1998)

پس نظامِ جماعت کی اطاعت، اطاعت کے بنیادی درجے کے حصول کے لئے چھوٹی سے چھوٹی سطح پر بھی انتہائی ضروری ہے۔ کسی بھی جماعت یا اگر دنیاوی لحاظ سے دیکھیں تو کسی دنیاوی تنظیم یا حکومت کو چلانے کے لئے بھی ایک نظام ہوتا ہے اور اُس کی ضرورت ہوتی ہے، اُس کے بغیر نظام چل نہیں سکتا۔ دنیاوی حکومتوں میں بھی ہر درجے پر اُس کے نظام چلانے کے لئے کچھ قانون اور قواعد ہوتے ہیں اور اُن کی پابندی کرنا ضروری ہوتی ہے۔ اور حکومتوں کے پاس چونکہ طاقت ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے نظام کی پابندی اپنی اس طاقت اور اُن قوانین کے تحت کرواتی ہیں جو انہوں نے وضع کئے ہوتے ہیں۔لیکن ایک روحانی نظام میں اخلاص و وفا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اطاعت کی بنیاد ہے۔ اس لئے یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر درجے پر اطاعت کرنے والے میرے پسندیدہ ہیں۔ پس نظامِ جماعت کے چھوٹے سے چھوٹے درجے سے لے کر اوپر تک جو نظام کی اطاعت کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا ہے اور قرآنِ کریم میں مومنین کی جماعت سے جس خلافت کے جاری رہنے کا وعدہ فرمایا ہے اُس کی واحد مثال اس وقت جماعت احمدیہ میں ہے۔ لیکن اس آیت سے پہلے جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے، اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ یہ بھی فرماتا ہے کہ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ اَمَرۡتَہُمۡ لَیَخۡرُجُنَّ۔ قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا طَاعَۃٌ مَّعۡرُوۡفَۃٌ۔اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (النور:54) اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق اطاعت کرو۔ یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں والی اطاعت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مؤمن کس طرح اطاعت کرتے ہیں۔ چونکہ جب وہ سنتے ہیں تو وہ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کہتے ہیں۔ اسی کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ ہماری مرضی کے خلاف بھی بات ہو یا ہمارے موافق بات ہو، ہمارا فرض اطاعت کرنا ہے۔ یہ ہے اعلیٰ درجہ کا معیار جو ایک مومن کا ہونا چاہئے اور یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو بڑی بڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔صرف اطاعت درمعروف کرو۔ جو دستور کے مطابق اطاعت ہے وہ کرو۔ کھڑے ہو کر ہم عہد تو یہ کر رہے ہوں کہ جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اُس کی پابندی کرنی ضروری سمجھیں گے لیکن جب فیصلے ہوں تو اس پر لیت ولعل سے کام لیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی مومن وہ ہے جو صرف قسمیں نہیں کھاتا بلکہ ہر حالت میں اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں، پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ یہاں طاعت درمعروف ہے اور معروف فیصلے کی باتیں کی جاتی ہیں تو خلافتِ احمدیہ کی طرف سے کبھی خلافِ احکامِ الٰہی کوئی بات نہیں کی جاتی۔ اور معروف فیصلے کا مطلب یہی ہے کہ شریعت کے مطابق جو بھی باتیں ہوں گی، اُس کی پابندی کی جائے گی۔ اگر ہر احمدی اس یقین پر قائم ہے کہ خلافت کا سلسلہ خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے تو اس یقین پر بھی قائم ہونا ہوگا کہ کوئی غیر شرعی حکم خلافت سے ہمیں نہیں مل سکتا۔ اسی طرح سے نظامِ جماعت بھی ہے۔ جب وہ خلافت کے نظام کے تحت کام کر رہا ہے تو کوئی غیر شرعی حکم نہیں دے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے دے گا یا غلطی سے کوئی ایسا حکم آ جاتا ہے تو خلیفۂ وقت، جب وہ معاملہ اُس تک پہنچتا ہے، اُس کی درستی کر دے گا۔ پس جب خلافت کے استحکام کے لئے ایک احمدی دعا کرتا ہے تو ساتھ ہی اپنے لئے بھی یہ دعا کرے کہ مَیں اطاعت کا اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے والا بنوں تا کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ رہوں اور خلافت کے انعام سے جُڑا رہوں۔جس ہدایت پر قائم ہو گیا ہوں اُس سے خدا تعالیٰ کبھی محروم نہ رکھے۔

بعض دفعہ بعض لوگ اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے نظامِ جماعت پر بد اعتمادی کا اظہار کر جاتے ہیں اور اُس انعام سے بھی محروم ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال بعد اب عطا فرمایا ہے۔مثلاً بعض قانونی مجبوریوں کی وجہ سے اگر قضائی نظام میں جو حقیقتاً جماعت کے اندر ایک نظام ہے جس کی حقیقت ثالثی نظام کی ہے، اُس میں جب یہ تحریر مانگی جاتی ہے اور اب نئے سرے سے کوئی تحریر لکھوائی جانے لگی ہے کہ اس ثالثی اور قضائی فیصلے کو مَیں خوشی سے ماننے کو تیار ہوں اور کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور اس نظام میں مَیں خود اپنی خوشی سے اپنے معاملے کو لے کر جا رہا ہوں۔ تو بعض لوگ یہ بدظنی کرتے ہوئے انکار کر دیتے ہیں کہ ہمارے جو فیصلے ہیں وہ ہمارے خلاف ہوں گے اس لئے ہم تحریر نہیں دیں گے۔ تو ایسے لوگوں کی شروع سے ہی نیت نیک نہیں ہوتی۔ وہ صرف لمبا لٹکانا چاہتے ہیں کہ چلو یہاں سے کچھ عرصہ کسی معاملے کو ٹالو۔ اُس کے بعد یہاں نہیں فیصلہ ہو گا تو حکومت کی عدالتوں میں لے جائیں گے۔ اور پھر جب یہ لوگ یہاں سے انکار کر کے دنیاوی عدالتوں میں جاتے ہیں اور جب وہاں مرضی کے خلاف فیصلے ہو جاتے ہیں تو پھر قضا میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے معاملات پھر جماعت نہیں لیتی۔ کیونکہ وہ پہلی دفعہ اطاعت سے باہر نکل گئے ہیں۔ انہوں نے نظامِ جماعت پر اعتماد نہیں کیا۔ اور نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے کہ وہ اطاعت سے باہر ہیں اور پھر میرے ناپسندیدہ ہیں۔ اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ ہو جائے تو چاہے وہ ظاہر میں جماعت کا ممبر بھی کہلاتا ہو، حقیقتاً وہ جماعت کے اُس فیض سے فیض نہیں پا سکتا جو خدا تعالیٰ افرادِ جماعت کو جماعت کی برکت سے پہنچاتا ہے۔ پس بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن ذاتی اَناؤں اور بدظنیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کر دیتی ہیں۔ پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ بننے کی کوشش کرے کہ اسی میں ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں عہدیدارانِ جماعت سے بھی یہ کہوں گا کہ وہ خلافت کے حقیقی نمائندے تبھی کہلا سکتے ہیں جب انصاف کے تقاضوں کو خدا کا خوف رکھتے ہوئے پورا کرنے والے ہوں۔ کسی بھی عہدیدار کی وجہ سے کسی کو بھی ٹھوکر لگتی ہے تو وہ عہدیدار بھی اُس کا اُسی طرح قصوروار ہے کیونکہ اُس نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کا حق ادا نہیں کیا۔ اگر اُس کی غلطی کی وجہ سے ٹھوکر لگ رہی ہے اور جان بوجھ کر کہیں ایسی صورت پیدا ہوئی ہے تو بہر حال وہ قصوروار ہے اور امانت کا حق ادا نہ کرنے والا ہے۔ پس ہر احمدی کو چاہے وہ کسی بھی مقام پر ہو، ہمیشہ یہ سمجھنا چاہئے کہ مَیں نے اپنے عہدِ بیعت کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ایمان کو قائم رکھنے کے لئے ہر حالت میں صدق اور تقویٰ کا اظہار کرتے چلے جانا ہے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والا بن سکوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’مَیں کثرتِ جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا‘‘ (کہ صرف جماعت کی جو تعداد ہے یہ خوشی کی بات نہیں ہے) ’’حقیقی جماعت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے اِن میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور اُن کی زندگی گناہ اور آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے۔نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاویں۔حق اللہ اور حق العباد کو فراخ دلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعتِ دین کے لئے اُن میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں، آرزوؤں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں‘‘۔فرمایا کہ ’’متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔نفس اور خواہشاتِ نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 454,455۔ جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

مقصود احمد منصور مبلغ سلسلہ گیانا

تعارف کتب

نام کتاب: معجزاتُ القرآن

مصنف: حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ سن اشاعت: 2017ء: 248

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک زندہ و جاوید معجزہ ہے۔ یہ ایک ایسی کامل اور علوم الغیب سے پُر کتاب ہے جس میں نہ صرف قیامت تک بلکہ اگلے جہان کے علوم بھی اس میں بیان فرما دیے گئے ہیں۔ اور یہ ایسا معجزہ ہے جو کسی اور نبی کو نہیں ملا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔ اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت ﷺ کے وقت تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 40۔ 2003ء ایڈیشن)

قرآن کریم کی بعض آیات بہت سادہ فہم ہیں اور بعض دقیق و عمیق علوم اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان دقیق آیات میں حروفِ مقطعات بھی شامل ہیں۔جن پر ابھی تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بعض قرآنی علوم اپنے وقت پر کھلتے ہیں۔ اور حروفِ مقطعات کے اسرار کھلنے کا وقت حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے مختص ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

’’رسول کریم ﷺ کے وقت تو قرآن کریم کے متن یعنی مفصل حصہ کی توضیح ہوئی ہے اور دوسرے حصہ مجمل یعنی مقطعات کی توضیح ہمارے زمانہ میں ہوگی۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ پنجم صفحہ 193 روایت نمبر 1294 تالیف لطیف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ صاحب کی کتاب ’’معجزات القرآن‘‘ اس دوسرے حصہ مجمل یعنی مقطعات کی منفرد و جدید تحقیق پر مشتمل ہے۔حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حافظ فتح محمد خانؓ صاحب مندرانی کے فرزند تھے۔ آپ ایک نیک بزرگ وجود تھے جو قرآنِ کریم سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی آپ کے دل میں قرآنی علوم کی محبت ڈال دی تھی۔ چنانچہ ان کے بچپن کے بارے لکھا ہے کہ ’’بچپن میں۔۔۔۔ خواب میں دیکھا تھا کہ قرآن شریف سورۃ فاتحہ سے والناس تک میرے سینہ میں چمک رہا ہے۔‘‘

(الفضل 29 جولائی 1982ء)

حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ صاحب کی کتاب معجزات القرآن اس بات کا زندہ ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی اس نادر کتاب میں حروفِ مقطعات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اور خصوصی طور پر حساب ابجد کی روشنی میں بہت دقیق نکات نکالے ہیں۔حسابِ ابجد بذاتِ خود ایک نایاب اور پُر اسرار سا علم ہے۔ مگر آپ نے ان دونوں علوم کو یکجا کرتے ہوئے بہت گہرے اور باریک مضامین لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف قرآنی آیات و مضامین کے معارف و دقیق نکات بھی نکالے ہیں۔ آپ کی کتاب معجزات القرآن چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اب ان ابواب کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

باب اوّل میں ایسے علمی نکات پیش کئے گئے ہیں جو بعد میں آنے والے حصہ کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ان علوم میں آپ نے بتایا ہے کہ ’’حروفِ مقطعات کا ماخذ سورۃ فاتحہ ہے۔‘‘ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا تفصیلی ذکر بعد کے ابواب میں آتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ ’’حروف مقطعات سورۃ فاتحہ کی جو اُم الکتاب بھی کہلاتی ہے بیٹیاں ہیں اور سارا قرآن شریف انہیں کے اشارے کے مطابق چل رہا ہے جب یہ کسی سورت کا کسی معین زمانے سے لگاؤ دکھاتی ہیں تو کتاب مکنون کے چہرے پر جو زمانے کا پردہ پڑا ہوا ہے وہ پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے قول و فعل میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔‘‘

(معجزات القرآن۔صفحہ 39)

اسی طرح آپ نے اس باب میں اسلام کی دو ترقیات کے زمانوں کا ذکر کیا ہے۔ جس طرح آنحضور ﷺ کے دو نام ’محمد‘ اور ’احمد‘ ہیں اسی اسلام کے دو قسم کے دور ہونگے۔ ایک جلالی دور ہوگا اور ایک جمالی دور ہوگا۔ نام ’محمد‘ جلالی شان رکھتا ہے اور ’احمد‘ جمالی شان رکھتا ہے۔ جلالی دور میں ظاہری جنگ و جدال کے ذریعہ اسلام کا دفاع کیا جائے گا اور جمالی دور میں صرف روحانی اور علمی جنگ کے ذریعہ اسلام کا دفاع کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی مزید تشریح مختلف آیات کے ذریعہ مختلف زاویوں سے کی ہے۔

پھر اسی باب میں آپ نے بتایا ہے کہ کس طرح قرآن کریم ایک زندہ معجزہ ہے۔ اور آپ اس کتاب میں قرآن کریم کے تین ایسے معجزات پیش کریں گے جو اس زمانے میں ظہور پذیر ہوئے۔ 1۔قرآن کریم کے حروف اور ان کے اعداد ۔ 2۔قرآن کریم کے واقعات کے ذریعہ پیشگوئیوں کا بیان کیا جانا۔ 3۔قرآن شریف کی غیب کی خبروں میں جدید تحقیقات اور ایجادات کا بیان ہونا۔

اسی طرح اس باب میں حسابِ ابجد کا تعارف بھی کروایا ہے اور اس کے کچھ اصول بیان فرمائے ہیں جس کے بنیادی علم کے بغیر اس کتاب کو سمجھنا مشکل ہے۔

دوسرے باب میں قرآنی مقطعات اور سورۃ فاتحہ کے حیرت انگیز تعلق کے بارے تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ نے یہ موقف پیش کیا کہ سورۃ الفاتحہ حروفِ مقطعات کو سمجھنے اور حل کرنے کی کنجی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں جس میں ان دونوں بزرگ نے یہی فرمایا ہے کہ قرآنی مقطعات سورۃ الفاتحہ کے ٹکڑے ہیں یا سورۃ الفاتحہ حروف مقطعات کا ماخذ ہے۔

اس باب کا آغاز آنحضور ﷺ کی مشہور حدیث سے ہوا جس میں یہودی علماء نے حروفِ مقطعات کے اعداد نکالے اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا کہ آپ ﷺ کی امت کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ مگر جب آنحضور ﷺ مزید مقطعات بتاتے گئے تو وہ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ کیونکہ ان یہودی علماء کے مطابق ہی آنحضور ﷺ کی امت کی عمر بڑھتی جارہی تھی۔

چنانچہ حضرت مولانا ظفر صاحب نے مقطعات کے ذریعہ امتِ محمدیہ کی مجموعی عمر پر تحقیق کی۔ اس کے علاوہ اسلام کی نشاۃِ اولیٰ اور نشاۃِ ثانیہ کے بارے بھی دلچسپ اور حیرت انگیز نکات پیش کئے ہیں اور اس کی تطبیق سورۃ الفاتحہ اور دیگر آیات سے کی ہے۔ آپ نے سورۃ الفاتحہ، حروفِ مقطعات اور سورۃ العصر سے دنیا کے اس دور کی عمر نکالی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے وقتِ ظہور، سن پیدائش، سن تاسیس اور سن وصال حساب ابجد اور حروف مقطعات کے ذریعہ بھی ثابت کیا جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک نئی دلیل حروفِ مقطعات کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔

معجزات القرآن کے تیسرے باب میں حضرت مولانا ظفر صاحب نے انبیاء علیہ السلام کے نام اور ان کے اعداد کے ذریعہ پُر معارف نکات سے پردہ اُٹھایا۔ اس باب میں بھی آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔

اسی طرح چوتھے باب میں قرآن کریم میں بیان فرمودہ مختلف واقعات میں چھپی پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ تمام واقعات جن کا تعلق اگرچہ ماضی سے ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی مستقبل سے متعلق پیش گوئی مضمر ہے۔ چنانچہ آپ مختلف قرآنی سورتوں میں بیان شدہ مختلف واقعات اور اس کا امتِ محمدیہ اور جماعت احمدیہ سے متعلق مختلف پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اور اس میں ہمیشہ کے لئے پیشگوئیاں درج ہیں۔ اور یہ ایک ایسا علمی معجزہ ہے جس کی نظیر کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔

پھر اس باب میں آپ نے سورۃ مریم کی منتخب آیات کی تفسیر بھی لکھی جس میں خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل زمانہ پر مشتمل پیشگوئیاں کھول کر بیان کی ہیں۔ ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ مریم کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے خصوصیت کے ساتھ تعلق ہے اور یہ سورۃ مریم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مزید دلائل و براہین دیتے ہیں اور احمدیت کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔

اس کے بعد سورۃ طٰہٰ کی بعض آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔حساب ابجد کے مطابق طٰہٰ کے اعداد 14 بنتے ہیں۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صدی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جن کے مثیل آنحضور ﷺ تھے۔ ان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی پہلی تین صدیوں یعنی چودھویں، پندرھویں اور سولھویں صدی کی طرف اشارہ ہے جو ’’وادی مقدس طویٰ‘‘ میں مستتر ہے۔

اس کے علاوہ سورۃ طٰہٰ میں بنی اسرائیل قوم کے بچھڑے کی عبادت کا ہندو قوم کی رسوم کے ساتھ ایک دلچسپ مماثلت پیش کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ہندو قوم دراصل مصر سے آئی تھی اور گوسالے کی عبادت سامری تعلیم کے ماتحت کرتی چلی آرہی ہے۔

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور کے بارے مزید نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے جو سورۃ طٰہٰ میں مذکور ہیں۔

باب پنجم میں دورِ حاضر میں ہونے والی جدید تحقیقات اور دریافتوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جدید علوم جسے سائنس اب دریافت کر رہی ہے قرآن کریم میں چودہ سو سال قبل بیان فرمادیئے

گئے ہیں۔ ان دریافتوں میں زمین سے متعلق مختلف سائنسی علوم کے بارے لکھا ہے۔ جیسے زمینی گردش، کشش ثقل وغیرہ۔

اسی طرح حال میں ہونے والی حیرت انگیز ایجادات کے بارے میں بھی قرآن کریم سے مخفی پیشگوئیوں سے پردہ اٹھایا ہے جن میں جدید سواریاں، ٹیپ ریکارڈر، ائیر کنڈیشن شامل ہیں۔ اور یہ ثابت کیا ہے قرآنی علوم ہمیشہ سائنسی ایجادات اور سائنسی دریافت سے مقدم رہیں گے۔

باب ششم متفرق مضامین پر مشتمل ہیں جس میں یاجوج ماجوج پر قرآن کریم اور بائبل کے حوالہ جات کے ساتھ تفصیلی مضمون لکھا ہے۔ اسی طرح ان کا آخری انجام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے منسلک ہے اس پر بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور بائبل کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ جس ملک میں آئیں گے وہ ہندوستان کا علاقہ پنجاب ہے۔

اسی طرح آپ نے قرآن کریم کی ترتیب کو سمجھنے کے لئے آٹھ طریق بیان فرمائے ہیں جن کو استعمال کرنے سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق قرآن کریم کے علمی سمندر میں غوطہ زن ہو کر علمی جوہر تلاش کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے آٹھ سورتوں کے درمیان مضامین کے ربط کے بارے تحریر فرمایا اور اس مثال سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کے مضامین میں ایک ترتیب پائی جاتی ہے۔

آخری مضمون عربی زبان کی بعض امتیازی خصوصیات پر مشتمل ہے۔ جس میں آپ نے بہت ہی دلچسپ حقائق بیان فرمائے ہیں۔ اور عربی زبان اور طب کا باطنی تعلق پر روشنی ڈالی ہے، جس سے عربی زبان پر تحقیق کے لئے ایک نئے زاویے سے دروازہ کھولا ہے۔ اور یہ عربی زبان کے الہامی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ صاحب کی کتاب معجزات القرآن ایک جداگانہ کتاب ہے جو قرآن کریم کے حروفِ مقطعات کی ایک منفرد تفسیر پیش کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حساب ابجد اور حروفِ مقطعات کے ساتھ ایک گہرے تعلق سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اس طرح مستقبل کے لئے مزید تحقیق کا دروازہ بھی کھولتی ہے۔ اور یہ کتاب مزید تحقیق کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

دعا ہے کہ حضرت مولانا ظفر محمد ظفرؔ صاحب کی علمی کاوش سے انسانیت کو فائدہ ہو اور قرآنی علوم کے سمجھنے اور تحقیق کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ اسی طرح اس ایڈیشن کی اشاعت کرنے والے تمام احباب خصوصاً حضرت مولانا ظفر محمد صاحب کے بیٹے مکرم طاہر احمد ظفر صاحب اور پوتے مکرم آصف احمد ظفر صاحب کے لئے بھی دعا گو ہیں جن کی محنت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں اجر عطا فرمائے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین اللّٰھم آمین

دختران ط۔ش۔م

پیاری والدہ

(محترمہ بشریٰ حکمت صاحبہ)

ہماری والدہ محترمہ بشریٰ حکمت صاحبہ اہلیہ محمد اقبال صاحب، الحاج مولوی عبداللہ صاحب مرحوم صدر جماعت ڈیریانوالہ کی بیٹی اور حکیم مولوی اللہ بخش صاحب آف ـــے حالی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی تھیں۔ آپ نہایت متانت اور پروقار شخصیت کی مالک تھیں۔ نیکی زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ نہایت کم عمری میں ہی وصیت کی۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ربوہ میں گزارا۔ انہوں نے ایک لمبا عرصہ (تقریباً 11سال) فضل عمر ہسپتال میں مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کے دور میں بطور نرس خدمت خلق سرانجام دی۔ اور عرصہ دراز بطور سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور خدمت خلق دارالصدر شرقی نمبر 2 ربوہ میں خدمات انجام دیں۔ ہماری والدہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پیار اور عقیدت رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ ان خوش قسمت خواتین میں سے تھیں جنہوں نے براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باترجمہ قرآن کریم سیکھا۔ اپنے نام بشریٰ حکمت میں لفظ ''حکمت'' کے بارے میں بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنے میٹرک میں پاس ہونے کے لیے دعا کی درخواست کے ساتھ حاضر ہوئیں اور اپنا ایک خواب انہیں سنایا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ سیاہ لباس میں ملبوس گھوڑے پہ سوار ایک شخص انہیں اور کچھ اور بچوں کو خوفزدہ کر رہا ہے۔ یہ آگے بڑھ کر اس کی گردن مروڑ دیتی ہیں۔ یہ خواب سن کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ پریشان نہیں ہو۔ نہ صرف آپ بلکہ آپ کی پوری کلاس پاس ہو جاؤ گی۔ جب رزلٹ آیا تو واقعی ساری کلاس پاس ہوگئی۔ جب آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو یہ بتایا تو اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نام حکمت رکھا۔ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیگر خواتین سے بہت پیار اور محبت کا تعلق تھا اور بہت عقیدت سے ان کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے نوافل کی ادائیگی کے بعد آپ کو جائے نماز بطور تبرک عنایت فرمایا۔

دعاؤں کی قبولیت پہ پختہ یقین تھا۔ اپنوں اور غیروں سب کے لیے دعا کرتیں۔ ہمیشہ ہمیں دعاؤں کی تلقین کی۔ ہمارے لیے دعاؤں کا خزانہ تھیں۔ ہم نے انکی اکثر دعاؤں کو اپنے حق میں قبول ہوتے دیکھا ہے۔

1990ء میں لاہور منتقل ہوگئیں۔ اور اسی سال آپ نے حلقہ مکہ کالونی، مدینہ کالونی، گبھار کالونی، ریلوے کالونی (گلبرگ 3 لاہور) کی صدر لجنہ کے طور پر کام سنبھالا۔ یہاں لجنہ جماعت کو از سرنو فعال کیا۔ 1991ء سے 2008ء تک مسلسل صدر لجنہ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ آپ نے ناصرات اور لجنہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ناصرات اور لجنہ کی ہفتہ وار کلاسز لگاتیں اور جماعتی علوم سے سرفراز کرتیں۔ ہر سال رمضان المبارک میں اپنے گھر میں درس قرآن کا خاص اہتمام کرتیں۔ ہر سال جلسہ سالانہ یو کے کی تمام نشریات اپنے گھر پہ لجنہ کو دکھانے کا انتظام کرتیں۔ خاص طور پر عالمی بیعت کے موقع پر سب لجنہ کو اکٹھا کر کے اجتماعی بیعت میں شامل کراتیں اور بیعت کے بعد مٹھائی بھی کھلاتیں۔ آپ کو کئی بیعتیں کروانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

آپ کو قرآن کریم سے بے انتہا محبت تھی۔ قرآن کریم کا بیشتر حصہ یاد کر رکھا تھا۔ لاہور اور ربوہ میں بہت سے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا۔ بیماری کی وجہ سے قرآن پاک کی کوئی سورت بھول جاتیں تو بہت شوق سے دوہراتیں اور اپنی نواسیوں کو یاد کر کے سنایا کرتیں۔ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے دو سے تین ادوار مکمل کیا کرتیں۔

خلافت سے بہت اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ خلیفۂ وقت کے لیے بہت دعا کرتیں۔ چار خلفاء سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ خلیفۂ وقت کا خطبہ باقاعدگی سے سنتیں اور بچوں کو سننے کی تلقین کرتیں۔ اپنی نواسیوں سے خطبے کے پوائنٹس سنا کرتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ، درثمین اور کلام محمود کی بہت سی نظمیں یاد تھیں۔ اپنی نواسی سے نظمیں سنتیں اور بیت بازی کی تیاری کرواتیں۔ اللہ تعالیٰ پر بہت توکل تھا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا ورد کرتیں اور بچوں کو بھی پڑھنے کی عادت ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں سے نوازا۔ آپ نے تینوں بیٹیوں کی بہترین تربیت کی۔ تینوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ ہمیشہ اپنی بیٹیوں پہ فخر کیا اور کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہ کی۔

پچھلے پانچ سال سے بیٹی اور شوہر کے ساتھ امریکہ میں مقیم تھیں۔ پانچ ماہ سے سخت علیل تھیں۔ 20 نومبر بروز جمعہ رات 11 بجے نیند کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا جسد خاکی 27 نومبر بروز جمعۃ المبارک ربوہ لایا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد دارالضیافت میں نماز جنازہ کی ادائیگی ہوئی۔ الحمد للہ ان کی خواہش کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت پرانے بہشتی مقبرے میں تدفین کی اجازت عنایت فرمائی۔ قطعہ نمبر 1 میں تدفین ہوئی۔ سوگواران میں شوہر کے علاوہ تین بیٹیاں، داماد، چھ نواسے اور تین نواسیاں شامل ہیں۔ ہماری والدہ محترمہ کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

رمضان میں خصوصیت سے لقاء حاصل کرنے کی دعائیں کریں

(اقتباسات از خطبہ فرمودہ مطبوعہ 30 مارچ 1991ء)

خدا سے لقاء کی تیاری

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

’’حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ایک بار کسی نے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہؐ! قیامت کب ہو گی۔ تو آپ نے جواباً فرمایا۔ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ بہت ہی پیارا اور بہت پرحکمت جواب ہے۔ کب سے انسان کو غرض نہیں ہونی چاہئے۔ تیاری ہمیشہ رہنی چاہئے۔ پس گزشتہ جمعہ میں میں نے اللہ تعالیٰ سے لقاء کے متعلق جو دعاؤں کی تحریک کی تھی۔ اس کے تعلق میں مجھے خیال آیا کہ تیاری کے سلسلے میں بھی یہ باتیں آج آپ کے سامنے رکھوں۔ کیونکہ قیامت کی تیاری درحقیقت لقاء کی تیاری ہے۔ اور دونوں ایک ہی مضمون ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جب فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے تو بلاشبہ اس سے مراد یہ تھی کہ قیامت میں تو خدا سے لقاء ہو گی یعنی وہ لقاء جو ایک نہ ایک رنگ میں ہر ایک کو نصیب ہو گی۔ اس کے سامنے پیش ہونا ہو گا۔ ان معنوں میں لقاء۔ پس جب پیش ہو گے تو اس کے لئے کیا تیاری ہے۔ اور مراد درحقیقت یہ تھی کہ اصل لقاء جو تعلق اور محبت کی لقاء ہوا کرتی ہے، اس کے لئے اگر تم نے اس دنیا میں تیاری نہ کی تو قیامت کا تمہیں کوئی بھی فائدہ نہیں ہو گا۔ پس اس پہلو سے ہمیں خدا تعالیٰ کی لقاء کے مضمون کو سمجھنا بھی چاہیے اور اس کے لئے ہمہ وقت تیاری بھی کرنی چاہئے۔‘‘

خدا کی لقاء ایک لامتناہی سفر ہے

’’اس ضمن میں پہلی بات تو یہ آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں کہ لقاء کسی ایسے ایک لمحے کی ملاقات کا نام نہیں جو اچانک نصیب ہو جاتا ہے اور جس طرح آپ ایک ایسے دوست سے ملتے ہیں اور پھر اس سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس کی خوشیاں دل میں لئے پھرتے ہیں، خدا سے بھی گویا اسی قسم کی کوئی ملاقات ہو گی۔ لقاء کا مضمون جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مختلف ملفوظات اور کتب میں بہت کھول کر بیان فرمایا ہے، عام انسانی ملاقات سے مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ یہ لقاء ایسی ہے جس میں جس حصے کی لقاء نصیب ہو جائے وہ پھر مستقل لقاء رہتی ہے اور اگلے کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی لقاء دنیا میں بیک وقت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ لامحدود ہے اور انسان محدود ہے۔ اور محدود انسان لامحدود میں سفر کرسکتا ہے لیکن اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ پس لقاء باری تعالیٰ کا مضمون خدا کی ذات میں سفر کرنے کا مضمون ہے اور جو قدم آگے بڑھایا جاتا ہے پھر اس میں واپسی نہیں ہوا کرتی۔ جتنا حصہ خدا کا پالیا۔ یہ تو نہیں ہوا کرتا کہ پھر اس کے بعد خدا کے احاطے میں سے باہر نکل جائیں اور کہیں یہ لقاء ہو گئی۔ اب ایک دوسری لقاء کی کوشش کرتا ہوں بلکہ ایک سفر ہے جو لامتناہی ہے تبھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ایک دفعہ جب ایک کھوکھلے فلسفی نے سوال کیا کہ اگر کوئی انسان سمندر میں کشتی پر سفر کر رہا ہو اور کنارہ آجائے اور پھر بھی کشتی میں بیٹھا رہے تو اس کے متعلق آپ کیا خیال کریں گے جیسا کہ میں نے پہلے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ بڑا دلچسپ ہے۔ مطلب یہ تھا کہ عبادتیں کرتے ہو اس غرض سے کہ خدا مل جائے لیکن اگر خدا مل جائے اور پھر کشتی میں ہی بیٹھے رہو تو بڑی بے وقوفی ہو گی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو کوئی کنارے والا سمندر ہو تو کشتی میں بیٹھے رہنا بہت بے وقوفی ہے لیکن اگر کوئی سمندر بے کنارہ ہو تو کسی مقام کو کنارا سمجھ کر وہاں جو اترے گا، وہ وہیں ہلاک ہو جائے گا۔‘‘

’’پس خدا تعالیٰ کی لقاء کا مضمون دراصل یہی ایک لامتناہی سفر ہے اور اس سفر میں کوئی واپسی نہیں ہے کوئی قدم پیچھے اٹھنے والا نہیں ہے کیونکہ اگر اس سفر میں واپسی شروع ہو جائے تو وہ بہت ہی زیادہ خطرناک بات ہے۔ خدا کو پانے کے بعد اس سے بے وفائی کرنا اور اس سے منہ موڑنا ہلاکت کو دعوت دینے والی بات ہے۔ پس ایسی لقاء جو مسلسل بڑھتی چلی جائے اس کو لقائے باری تعالیٰ کہتے ہیں اور جو اس دنیا میں نصیب ہونی شروع ہو جائے پھر قیامت کے دن اس لقاء کا ایک ظاہری نظارہ بھی دکھائی دے گا۔ تو کیا ہو گا ہم اس کا تصور نہیں باندھ سکتے۔ مگر ہر شخص کی لقاء کی حیثیت اور توفیق اس دنیا میں طے ہو گی اور جتنی لقاء اس دنیا میں کسی کو نصیب ہوئی ہے، اس سے ممکن ہے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اس میں روشنی پیدا ہو جائے اور اس لقاء کی جزاء یہ ہو کہ خدا ایسے دکھائی دینے لگے گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود ہر شخص کی لقاء الگ الگ ہے۔ چنانچہ اس گڈریے کی القاء اور تھی جو خدا تعالیٰ سے اپنے رنگ میں پیار سے باتیں کر رہا تھا کہ تو مجھے ملے تو میں تیری جوئیں ماروں، تیرے کپڑے دھوؤں، کانٹے نکالوں اور موسیٰ کی لقاء اور تھی، موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے کلیم اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ اور لقاء کے تعلق میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خاص مقام تھا مگر وہ مقام محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کی لقاء کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پس وہ سفر جو ایک گڈریے کی لقاء سے شروع ہوتا ہے، وہ طور پر جاکر ختم نہیں ہوتا بلکہ طور کے بعد مقام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم آتا ہے یعنی محمد مصطفیؐ کا قلب جس پر خدا جلوہ گر ہوا تو انسانی بقاء کا مضمون کامل ہوا۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ خدا محدود ہو گیا۔ مراد صرف یہ ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے جتنی توفیق عطا فرمائی ہے، جتنی استطاعت بخشی ہے، اس کی آخری حد تک خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو پہنچنے کی توفیق بخشی لیکن ساتھ ہی معراج میں یہ بات ظاہر فرمادی کہ وہ حد آپ کی آخری حد تھی۔ خدا کی آخری حد نہیں تھی بلکہ خدا کی حدود کا آغاز تھا۔ یہاں وہ تمثیلی ہی کی ہو گی۔ جو انسان کی حد کو خدا کی حدوں سے جدا کرتی ہے۔ وہاں تک پہنچنا انسان کامل کا کام تھا لیکن یہ مراد نہیں کہ اس کے بعد خدا ختم ہو جاتا ہے۔ خدا تو ایک لامتناہی ہستی ہے اور پھر اپنے فضل سے اس نے کس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اپنے اندر سفر کی توفیق بخشی۔ یہ ایک عام انسان خواہ وہ کیسا ہی نیک اور بزرگ اور فلسفی کیوں نہ ہو، سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایسی باتیں ہی جن کا تصور تجربے کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتا۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تجربے کے بغیر بھی سوچی جا سکتی ہیں۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بغیر تجربے کے نصیب نہیں ہوسکتیں...... پس اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بھی عام انسانوں کو مکمل طور پر دکھائی نہیں دے سکتے تو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تصور کر لینا کہ اس کی لقاء آناً فاناً ایک جلوے کی صورت میں ظاہر ہو اور وہی اس کا منتہی بن جائے یہ ناممکن بات ہے یہ بے وقوفی والی بات ہے۔ پس اس پہلو سے لقاء کے مضمون کو اپنی توفیق کے مطابق سمجھنے اور اپنی توفیق کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے......‘‘

جماعت احمدیہ میں اصلاح بہت آسان ہے

’’پس یہ جو مضمون ہے اس کو سمجھتے ہوئے رمضان شریف میں اپنے اوپر غور کریں۔ بعض دفعہ خدمت سلسلہ کرنے والے جو خط لکھتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی اصلاح کی گنجائش ہے اور بہت تکلیف دہ حالت ہے۔ میں نے ایک لمبا سلسلہ خطبات کا شروع کیا تھا، مختلف اخلاق پر زور دینے کے لئے مالی لین دین، بیویوں سے سلوک، خاوندوں سے سلوک، دوستوں سے گفتگو میں، طرز تکلم میں اصلاح وغیرہ وغیرہ- وہ اگلی صدی میں داخل ہونے کا بہانہ سامنے رکھ کرتا کہ اس طرح جماعت میں ایک ولولہ پیدا ہو، جوش پیدا ہو، میں نے وہ باتیں بیان کیں لیکن حقیقت میں تو ان باتوں کا صدیوں سے تعلق نہیں تھا وہ ایک دائمی اہمیت دائمی حیثیت کی باتیں ہیں۔ حقیقت میں ان باتوں کا صدیوں سے نہیں بلکہ ہر آنے والے لمحے سے تعلق ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی وہ لقاء جو زبردستی کی لقاء ہو گی، ہمارا اس میں اختیار نہیں۔ ہم نے بہرحال لوٹ کے اس کے پاس جانا ہے۔ وہ تو صدیوں کا انتظار نہیں کیا کرتی۔ اس میں تو لمحے لمحے کی بھی ہمیں خبر نہیں کہ اب ہو گی یا اگلے لمحے ہو گی۔ پس وہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کا لمحات سے تعلق ہے اور ہر آنے والے لمحے سے تعلق ہے۔ ان باتوں میں اصلاح کریں اور پھر دیکھیں کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی لقاء زیادہ آسان ہونی شروع ہو جائے گی اور بعض دفعہ اخلاق کی ترقی کے ساتھ انسان جزوی طور پر خدا کو اس طرح پانا شروع کر دیتا ہے کہ اس کو پھر چسکا پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر اور آگے بڑھتا چلا جاتا اور جو لقاء لطف ہے وہی اگلے قدموں کے لئے غذا بن جاتا ہے لیکن اگر وہ لطف ہی نصیب نہ ہوا ہو تو اگلے قدم کے لئے طاقت نہیں ہوتی بلکہ قدم واپس مڑتے ہیں اور دنیاوی مادی لذتوں جھکتے ہیں اور انسان دن بدن اپنے ذوق میں زیادہ سفلہ پن محسوس کرنے لگتا ہے لیکن ایسے بھی ہیں جو کوئی محسوس نہیں کرتے۔ ان کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ پس خدا کی طرف سفر کے لئے ذوق کا لطیف تر ہوتے چلے جانا نہایت ضروری ہے۔ پس اپنے ماحول میں اپنے بچوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ اپنی بیویوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ بیویاں خاوندوں سے گفت و شنید میں اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کریں۔ بھائی بہنوں سے، دوستوں سے بے تکلفی کے باوجود ایک اخلاق کا پاس ضرور رکھا کریں۔ کیونکہ وہ بے تکلفی جو بدتمیزی پر منتج ہو جائے، وہ بے تکلفی جس سے کلام میں بدخلقی پیدا ہو، وہ بے تکلفی حقیقت میں ایک مہلک زہر ہے۔ وہ دوستیوں کو تباہ کرنے والی بے تکلفی ہوا کرتی ہے، دوستیوں کو بڑھانے والی نہیں ہوا کرتی اور ہمارے ملک میں خصوصیت سے یعنی پاکستان اور ہندوستان میں بھی اب یہ کثرت سے رواج ہو رہا ہے کہ بے تکلفی اور دوستی کا اظہار گندی گالیوں

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سے کرنا ہے۔ اور یہ گندی گالیاں پھر آہستہ آہستہ ایسی عادت بن جاتی ہیں کہ اس میں انسان کو شعور ہی نہیں رہتا کہ میں کہہ کیا رہا ہوں اور کر کیا رہا ہوں۔ ہمارے ایک خادم سلسلہ نے خدام الاحمدیہ کے اصلاحی دوروں کے سلسلہ میں حیدر آباد ڈویژن کا اور بعض دوسرے علاقوں کا سفر کیا تو ان کا بڑا تکلیف دہ خط موصول ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ماحول کو تو میں جانتا ہی ہوں۔ کیا حال ہو چکا ہے مجھے تعجب ہوا کہ بعض دیہاتی احمدی جماعتوں میں بھی زبان کی صفائی کا خیال نہیں ہے۔ وہ عام روزمرہ گالیاں دینے لگ گئے ہیں محاورے کے طور پر ہل چلا رہے ہیں تو اور کچھ نہیں بیل کو ہی گالیاں دیتے جاتے ہیں۔ کسی قدر بیوقوفی ہے۔ کہتے ہیں ایک فرق میں نے ضرور دیکھا کہ اگر باقی معاشرے کی اصلاح کے لئے میں عمر بھی وقف کر دیتا تو کسی نے میری بات نہیں ماننی تھی۔ میں عمر کا چھوٹا ہوں۔ ان سے ناواقف بھی تھا جن کے پاس پہنچا لیکن جب میں نے ان کو سمجھایا کہ تم ہو کون اور تم سے کیا توقعات ہیں تو ہر ایک نے فوری طور پر مثبت ردّعمل دکھایا اور پھر کہتے ہیں کہ میں نے دوروں میں دوبارہ جاکر رابطے کئے تو مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ محض ایک فرضی ردعمل نہیں بلکہ واقعتًا ان کے اندر تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ پس احمدیت کی مٹی میں یہی تو مزا ہے کہ واقعتاً وہ مٹی ہے جو نم ہو تو بہت ذرخیز ہے۔ اس وقت احمدی معاشرے کی اصلاح مشکل نہیں ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے دلوں میں ایک ایسی نرمی پیدا کر دی ہے اور وہ ملائمت پیدا کر دی ہے جس کے نتیجے میں جس طرح آپ موم کو جس طرح چاہیں ڈھال لیں یہ مٹی نیکی میں ڈھلنے کے لئے موم کی طرح اثر رکھتی ہے۔ اور بدی میں ڈھلنے کے لئے سخت ہو جاتی ہے۔ بیک وقت اس مٹی میں یہ دو خصوصیات موجود ہیں۔ خدا ان خصوصیات کو ہمیشگی کی زندگی دے۔ جس قوم میں یہ خصوصیات پائی جائیں ان کی اصلاح آسان ہو جایا کرتی ہے اور بہت ہی ہوا کے رخ پر چلنے والی بات ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ہاتھوں میں ڈھلنے والی مٹی کی یہ تعریف فرمائی۔ یہاں جو سختی پائی گئی ہے دراصل کفار کی عادات کے خلاف سختی مراد ہے۔ کفر کے خلاف سختی ہے۔ جہاں تک بدی کا تعلق ہے وہ بدی ان کے اوپر اثر ڈالنے کی کوشش کرتی ہے اور نامراد رہتی ہے۔ وہ ان کو اپنے رنگ میں ڈھال نہیں سکتی لیکن جہاں ایمان لانے والوں کے اثر قبول کرنے کا معاملہ ہے۔ فرمایا وہ نہایت ہی نرم اور بہت ہی تعاون کرنے والے اور جھکنے والے اور ان کے سامنے مٹ جانے والے لوگ ہیں۔ پس جو کوشش بھی آپ جماعت احمدیہ میں اصلاح کی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ردعمل عام دنیا کے ردعمل کے مقابل پر ایک جداگانہ ردعمل ہے۔ محض باشعور طور پر محنت کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے نظام سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی عہدیداران ہیں خواہ وہ خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لجنہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ انصار سے تعلق رکھتے ہوں اور نظام جماعت کے دوسرے عہدیدار وہ ان باتوں کا خیال کریں اور اس رمضان میں خصوصیت سے ہر جگہ یہ شعور بیدار کریں کہ ہم نے خدا سے لقاء کی دعائیں مانگنی ہیں اور لقاء کی تیاریاں کرنی ہیں اور اس کی لقاء کی خاطر اپنے گھروں کو سنوارنا ہے۔ اپنے صحنوں کو جھاڑو دینے ہیں اور اپنی دیواروں کو دھونا اور صاف کرنا اور اپنے فرشوں کو مانجھنا ہے۔ جس طرح ایک اچھے مہمان اور پیارے مہمان کی تیاری ہر گھر کرتا ہے خواہ وہ غریب ہو خواہ امیر ہو۔ ہم نے اپنی توفیق کے مطابق اپنے گھر کو خدا کے لئے سنوارنا ہے تاکہ وہ ایک معزز مہمان کی طرح یہاں نازل ہو۔ کئی دفعہ اگر وقت نہ بھی ہو اور پتہ چلے کہ کوئی شخص بے چارہ تیاری کر کے بیٹھا ہوا ہے تو انسان مجبوراً بھی وہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے سفروں کے دوران دیکھا ہے۔ وقف جدید انصار اللہ خدام الاحمدیہ کے دوران میں نے پنجاب میں بڑے سفر کئے ہیں بعض دفعہ ہمارے دورے میں ایک گاؤں نہیں ہوا کرتا تھا اور ان کو پتہ ہوتا تھا کہ یہ دورے میں شامل نہیں ہے۔ گاؤں والے پہنچ جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ جی ہم تو تیاری کر کے بیٹھے ہیں۔ کیا کریں؟ اس میں محبت کا ایسا ایسا جذبہ پایا جاتا ہے کہ دوسرے کو بے اختیار کر دیتا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو جی تیار بیٹھے ہیں تو پھر انسان کیسے کہہ دے۔ اچھا تیار بیٹھے رہو۔ ہم نہیں آسکتے۔ مجبوراً وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔ کچھ وہاں سے پھر وقت کھینچا۔ کچھ کہیں سے کھینچ کے لمبا کیا۔ بہرحال وقت دینا پڑتا ہے تو اگر انسان میں ایسا جذبہ ہے احسان مندی کا تو خدا تعالیٰ نے تو ہمیں احسان سکھایا ہے۔ وہ ہمارے احسان کا بھی خالق ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ آپ خدا کے لئے کچھ تیاری کریں اور خدا کی طرف سے کورا سا جواب مل جائے کہ میرے پاس تمہارے لئے وقت نہیں ہے کہ تم پوری طرح صاف نہیں ہوئے۔ پس صاف ہونے کی کوشش شروع کر دیں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح آپ پر اپنی رحمت کا جلوہ دکھاتا ہے۔ وہ جھکا کرتا ہے۔ آپ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔ پس آپ لقائے باری تعالیٰ کی تیاری کریں اس طرح تفصیل سے اس مضمون کو سمجھنے کے بعد کچھ نہ کچھ ضرور شروع کر دیں اور آج کے بعد جب رمضان ختم ہو تو دیکھیں کہ آپ نے کتنا خدا کی ذات میں سفر کیا ہے۔ وہی سفر سفر ہوگا جو رمضان کے بعد بھی جاری رہے گا۔ وہ سفر جہاں آپ پھسل کر واپس آجائیں وہ سفر سفر نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوششوں میں انسان پھسلتا رہے لیکن جب ایک مقام کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے بعد پھسلنا نہیں ہونا چاہئے۔

ہم نے کئی دفعہ بچپن میں ایسے POLES پر چڑھنے کی کوشش کی جس میں انسان پھسل جاتا ہے۔ بعض درختوں پر انسان چڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھسل جاتا ہے کیڑیاں بھی دیواروں پر چڑھتی ہیں اور پھسل جاتی ہیں لیکن اگر انسان عزم جاری رکھے تو بار بار پھسلنے کے باوجود پھر ایک موقعہ ایسا نصیب ہوتا ہے جب انسان اس چوٹی کو پالیتا ہے۔ جس کی طرف سے وہ حرکت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب اس درخت پر چڑھ کر اس چوٹی پر بیٹھتا ہے تو پھر کوئی پھسلینا نہیں ہے۔ پھر اپنی مرضی سے نیچے اتریں تو اتریں۔ ایک اور ہی لطف اس وقت فتح کا محسوس ہو رہا ہوتا ہے کہ ہاں اب میں مقام محفوظ پر پہنچ گیا ہوں۔ پس اس لقاء کا جو اس رمضان کے دوران حاصل ہو۔ اس پیمانے پر جانچیں اور دیکھیں کہ آپ نے جو کچھ خدا کا پایا تھا۔ رمضان گزرنے کے بعد بھی ہاتھ میں رہا یا نہ رہا۔ اگر نہیں رہا تو پھر میرا آپ کو یہی پیغام ہو سکتا ہے کہ کوشش جاری رکھیں اور نہیں تو بار بار گرنے والی کیڑیوں سے ہی سبق حاصل کریں۔ پھسلیں۔ بے شک لیں پھسلیں مگر پھر اس نیت کے ساتھ دوبارہ سفر شروع کریں کہ میں نے ہمت نہیں توڑنی اور ضرور اپنے مقصد کو حاصل کر کے چھوڑنا ہے پھر آپ کے پہلے پھسلنے سے نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر پھلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگلے رمضان تک مسلسل خدا سے دور ہی ہٹتے چلے جانا ہے تو پھر یہ لقاء نہیں ہے۔ اس کا جو کچھ اور نام رکھ دیں لیکن اسے آپ لقاء نہیں کہہ سکتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو حقیقت میں لقاء کے مضمون کا عرفان عطا فرمائے اور اس مضمون کو سمجھنے کے بعد لقائے باری تعالیٰ نصیب کرے۔ سب سے بڑی دنیا کی طاقت ہی مذہبی قوموں میں لقاء سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ اتنا بڑا کام ہے ہمارے سپرد اتنے بڑے انقلابات ہم نے برپا کرنے ہیں کہ لقاء کے بغیر ناممکن ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ پس اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ جتنے زیادہ صاحب لقاء جماعت احمدیہ کو نصیب ہوں گے اتنے ہی جلدی بڑے بڑے عظیم الشان انقلاب دنیا میں برپا کرنے کی ہمیں توفیق عطا ہوگی۔ اللہ کرے کہ جلد تر ہمیں یہ توفیق نصیب ہو۔‘‘

(انصار اللہ ربوہ مارچ 1992)

طلوع وغروب آفتاب

01 مئی 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:28	18:46
مدینہ منورہ	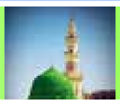	04:23	18:51
قادیان	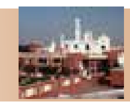	04:14	19:09
ربوہ		03:54	18:48
اسلام آباد ٹلفورڈ	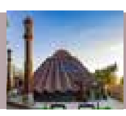	04:06	20:26